جسمانی اعضاء کی طرح روحانی اعضاء سے کام لینا چاہیئے

(فرمودہ ۲۰ - نومبر ۱۹۱۴ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت کی:

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ- اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ[1]-

اس کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کچھ اعضاء عطا فرمائے ہیں- ہاتھ ہیں، پاؤں ہیں، کان ہیں، آنکھیں، ناک ہے، زبان ہے اور یہ اس لئے دیئے ہیں کہ انسان محتاج ہے بہت سے اشیاء کا اور وہ اشیاء تمام دنیا میں پراگندہ اور منتشر ہیں اور دوسری مختلف قسم کی ایسی اشیاء میں ملی ہوئی ہیں جو کہ بعض انسان کیلئے مُضِرّ ہیں اور بعض مفید ہیں اس لئے خداوند تعالیٰ نے انسان کے اعضاء تین قسم کے بنائے ہیں- ایک وہ اعضاء جن کے ذریعہ سے انسان اپنی ضرورت کی چیزوں تک پہنچ جاتا ہے یا ان کا اپنے تک لاسکتا ہے- دوسرے وہ اعضاء ہیں جن سے انسان مخلوط چیزوں میں یہ فرق کرسکتا ہے کہ کون میرے لئے مضر ہیں اور کون سی مفید اور کون سی ایسی ہیں جن کا استعمال کرنا چاہیئے اور کون سی ایسی ہیں جن کو اپنے گھر میں رکھنا چاہیئے- اور کون سی ایسی ہیں جو پھینک دینی چاہئیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ بجائے نفع کے نقصان پہنچ جائے- تیسرے وہ اعضاء ہیں کہ جب کوئی چیز استعمال کی جائے تو وہ فائدہ اٹھاتے ہیں-

مثلاً پاؤں انسان کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔ کوئی چیز جنگلوں میں‘ کوئی آبادیوں میں‘ کوئی پانی میں‘ کوئی خشکی میں‘ کوئی پہاڑوں میں‘ کوئی غاروں میں ہوتی ہیں لیکن پاؤں ان سب تک انسان کو پہنچاسکتے ہیں۔ پھر اس چیز کو ہاتھ پکڑ کر لے آتے ہیں۔ پھر کئی حسیں ہیں جن سے انسان ان چیزوں میں سے اچھی اور بُری چیزوں کو پہچانتا ہے۔ کانوں کے ذریعہ اچھی اور بُری آواز معلوم کرتا ہے۔ آنکھوں کے ذریعہ بھلی اور بُری اشیاء میں تمیز کرتا ہے۔ زبان کے ذریعہ خوش ذائقہ بد ذائقہ کا پتہ لگاتا ہے۔ اور چھونے سے سخت اور نرم پہچانتا ہے۔ پھر اسی طرح ان چیزوں کے فوائد کے اثرات دیکھ کر عقل کے ذریعہ سمجھتا ہے کہ کون سی میرے لئے مفید اور کون سی مضر ہیں۔

تو جس طرح انسان کے جسم کیلئے یہ اعضاء خداتعالیٰ نے بنائے ہیں اور ہر قسم کے اشیاء سے فائدہ اٹھانے اور ان کے نقصانات سے بچنے کے ذرائع بتائے ہیں اسی طرح روحانی اعضاء بھی ہوتے ہیں‘ روحانی کان بھی ہوتے ہیں‘ روحانی آنکھیں بھی ہوتی ہیں‘ روحانی قوت ذائقہ بھی ہوتی ہے اور روحانی حِسّیں بھی ہوتی ہیں اور ان باطنی اعضاء کے ذریعہ ان چیزوں کو پہچانا جاتا ہے جو روح کیلئے مفید یا مُضِرّ ہوتی ہیں۔ لیکن افسوس کے ان اعضاء سے بہت کم لوگ فائدہ اٹھاتے اور بہت تھوڑے ان کو استعمال میں لاتے ہیں۔ کسی شخص نے ایک لطیفہ لکھا ہے اور ہے تو وہ لطیفہ ہی مگر عقلمند انسان ہر ایک بات سے سبق حاصل کرکے فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔ اس لئے یہ لطیفہ بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ لکھا ہے کہ کسی بادشاہ نے بر سبیل تذکرہ اپنے ایک وزیر سے پوچھا کہ دنیا میں اندھے زیادہ ہیں یا سوجاکھے۔ تو اس نے کہا کہ حضور اندھے زیادہ ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ بات تو مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ اگر ہم بازار میں جائیں تو ہمیں سوجاکھے بہت نظر آتے ہیں اور اندھے بہت کم ہوتے ہیں اور اگر تمہاری بات صحیح ہے تو تم اندھوں کی ایک فہرست بنا کر دکھاؤ۔ اس نے کہا بہت اچھا میں فہرست بنا کر حضور کے پیش کروں گا۔ اس کے بعد وہ کہیں بازار میں رسّی بٹنے لگ گیا۔ چونکہ وہ بادشاہ کا درباری تھا اور یہ کام اس کی حیثیت سے بہت گرا ہوا تھا اس لئے جو کوئی گزرتا اس سے پوچھتا کہ جناب کیا کررہے ہیں؟ تو وہ کہتا کہ رسّی بٹ رہا ہوں اور پوچھنے والے کا نام اپنی فہرست میں لکھ لیتا۔ حتیٰ کہ بادشاہ بھی جب اس راستہ سے گزرا تو اس نے بھی یہی سوال کیا کہ کیا کررہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ رسّی بٹ رہا ہوں اور بادشاہ کا نام بھی اسی فہرست میں لکھ لیا۔ دوسرے دن

اُس نے بادشاہ کی خدمت میں وہ فہرست پیش کردی- کہ دیکھئے حضوراندھے زیادہ ہیں یا سوجاکھے- بادشاہ نے جب اپنا ہی نام سب سے پہلے دیکھا تو حیران رہ گیا اور پوچھنے لگا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ حضور میَں رسّی بٹ رہا تھا اور جو گزرتا تھا یہی پوچھتا تھا کہ کیا کررہے ہو؟ حالانکہ جو کچھ میَں کررہا تھا وہ ہر ایک کو نظر آتا تھا- چونکہ یہ لوگ باوجود دیکھنے کے پھر پوچھتے تھے اس لئے میں نے ان کو اندھوں میں ہی لکھ لیا- تو اس وزیر نے دنیا کے لحاظ سے ایک معقول بات کہی- اور وہ یہ کہ دنیا کے لوگ بہت چیزیں دیکھتے ہیں لیکن ان کے نتیجہ تک نہیں پہنچتے- ان لوگوں کو تو چاہیئے تھا کہ اس سے سوال کرتے کہ کیوں ایسا کررہے ہو؟ نہ کہ یہ کیا کررہے ہو؟

اب اگر ہم اس اصل کے لحاظ سے دنیا میں غور کریں تو اندھے بہت زیادہ ملیں گے- ایسے لوگوں کی گو جسمانی آنکھیں ہوتی ہیں لیکن حقیقت کو نہیں دیکھتے' ان کے جسمانی کان ہوتے ہیں لیکن اصلیت کو نہیں سنتے' ان کی جسمانی زبان ہوتی ہے لیکن حق کی بات نہیں پوچھتے اور اگر کسی کے یہ جسمانی اعضاء نہ بھی ہوں تو کیا ہے- بڑی سے بڑی عمر انسان کی دواَڑھائی سوسال تک کی بھی اگر سمجھ لی جائے' حالانکہ آج کل تو کوئی بھی اس عمر تک نہیں پہنچتا تو بھی ایک جسمانی اندھے کیلئے ایک محدود زمانہ تک یہ تکلیف ہے لیکن روحانی اندھے کی حالت اسے سے بہت بدتر ہوتی ہے- مگر جب ہم دیکھتے ہیں تو جسمانی اندھے تھوڑے ہوتے ہیں مگر روحانی اندھے بہت زیادہ نظر آتے ہیں- وہ عبرت ناک نظائر دیکھتے ہیں مگر عبرت نہیں پکڑتے' تباہیوں اور بربادیوں کے حالات سنتے ہیں مگر غور نہیں کرتے- ایک جسمانی اندھا کیوں بُرا سمجھا جاتا ہے- کسی آنکھیں ہیں اور کسی کی نہیں- تو اس میں حرج ہی کیا ہوا- یوں بھی تو دنیا میں ایک دوسرے انسان کے حالات میں فرق ہے- ایک بڑھئی کا کام کرتا ہے تو دوسرا لوہار کا- ایک ایک کام کرتا ہے تو دوسرا دوسرا- اسی طرح اگر ایک کی آنکھیں ہیں اور ایک کی نہیں تو اس کو بُرا سمجھنے کی کیا وجہ ہے- اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اس کی تمیز کرنے کی ایک حس جاتی رہی ہے اور وہ اپنے راستہ میں حائل ہونے والے گڑھے یا دیوار کو نہیں پہچان سکتا اور وہ اپنے آپ پر حملہ کرنے والے دشمن کو نہیں دیکھ سکتا- اور نہ اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر کرسکتا ہے- وہ نور اور ظلمت میں فرق نہیں کرسکتا اس لئے وہ اوروں سے زیادہ دکھ اور تکلیف میں ہے- اور واقعی اس کیلئے بڑا دکھ ہے اس لئے وہ رحم کے قابل ہے- مگر ہم

کہتے ہیں کہ روحانی اندھا اس سے بہت زیادہ دکھ میں ہوتا ہے اور اس کی حالت اس کی نسبت بہت زیادہ قابل رحم ہوتی ہے۔ ایک جسمانی اندھا آنکھوں کے نہ ہونے کی وجہ سے گڑھوں میں گرتا ہے۔ تاہم پھر بھی وہ لاٹھی سے کچھ نہ کچھ اونچ نیچ معلوم کرلیتا ہے۔ مگر روحانی اندھوں کیلئے کوئی ایسی لاٹھی نہیں ہوتی کہ جس کے ذریعہ سے وہ اپنے آگے کے گڑھوں اور روکوں کو معلوم کرسکیں۔ جسمانی اندھا تو دوسروں کی بات سن کر سنبھل جاتا ہے اور گڑھے میں گرنے یا کسی چیز سے سر ٹکرالینے سے بچ جاتاہے۔ مگر روحانی اندھے میں یہ عجیب بات ہوتی ہے کہ وہ بہرہ بھی ہوتا ہے اور جو روحانی بہرہ ہوتا ہے وہ اندھا بھی ضرور ہوتاہے اور ساتھ ہی گونگا بھی ہوتا ہے اور جب کسی انسان کی روحانی آنکھوں پر پردہ پڑجائے تو ساتھ ہی اس کی دوسری حسیں بھی ماری جاتی ہیں اس لئے روحانی اندھا بہت خطرناک مصیبت اور دکھ میں ہوتاہے۔ لیکن باوجود اس حالت کے دیکھا جاتا ہے کہ دنیا میں روحانی اندھے اور بہرے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ ایک نبی جب دنیا میں آکر آواز دیتا ہے تو بہت تھوڑے ہوتے ہیں جو اس کی آواز پر کان دھرتے ہیں۔ پھر اس قلیل جماعت میں سے بھی بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جو نبی کی آواز کو سن تو لیتے ہیں۔ لیکن ان کی بینائی کی طاقت بہت کمزور ہوتی ہے۔ اور پھر ایک وقت میں ماری ہی جاتی ہے۔ ایسے لوگ روحانی اندھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ کیاان لوگوں کو کوئی ہدایت نہیں دی۔ اس بات نے کہ ان سے پہلے کئی نسلوں اور قوموں کو ہم نے تباہ کردیا ہوا ہے۔ ان سے پہلے بڑی بڑی قومیں دنیامیں ایسی گزریں ہیں جو صدیوں تک حکومت کرتی رہی ہیں۔ مگراب ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ اس وقت سب سے پرانی دنیا کی تاریخ دس ہزار سال تک کی ملتی ہے۔ اور بعض ممالک تو ایسے بھی ہیں کہ جن کے تین چار ہزار سال سے پہلے کے حالات معلوم نہیں ہوسکتے۔ آج کل لوگ ان تباہ شدہ قوموں کے برباد شدہ مکانوں اور گھروں میں چلتے پھرتے ہیں مگر باوجود اس کے کہ یہ ان کیلئے عبرت اور نصیحت کے نشان ہیں' ان کو دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور ان سے کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ تو بتاؤ کہ ان سے زیادہ اندھے اور کون ہوں گے۔ جو شخص ایک انسان کی آواز نہیں سنتا' وہ بہرہ کہلاتا ہے۔ مگر ان کی نسبت تو خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ ہزاروں سال کی وہ قومیں جو تباہ ہوچکی ہوئی ہیں چیخ چیخ کر سنارہی ہیں مگر پھر بھی نہیں سنتے تو ان سے زیادہ بہرہ اور کون ہوگا۔ پھر فرمایا۔ یہ بہرے ہی نہیں بلکہ اندھے بھی ہیں۔ کیا انہوں

نے دیکھا نہیں کہ کس طرح ہم پانی لاتے ہیں- اور ایک بے برگ و گیاہ زمین جس میں سبزی کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا' پانی پڑنے کی وجہ سے اس میں سے کس طرح کھیتیاں اُگ آتی ہیں- کیا یہ دیکھ کر بھی ان لوگوں کو ہدایت نہیں آتی- اور یہ اس بات سے خوش نہیں ہوتے کہ ان کیلئے بھی ہم نے سامان بنائے ہوئے ہیں- اور نبی ان سامانوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں- تو کیسے سرسبز ہوجاتے ہیں- حضرت زکریا نے حضرت مریم سے جب وہ بچہ تھیں پوچھا- کہ یہ کھانا کہاں سے آیا ہے تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے- اس کہنے کا حضرت زکریا پر اتنا اثر ہوا کہ اسی جگہ دعا کی کہ اے الٰہی! مجھے بھی اولاد دیجئے تاکہ مَیں بھی اسی طرح کی باتیں اس سے سنوں ؎۲- تو یہ نبیوں کا کام ہوتا ہے کہ ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز کو دیکھ کر بھی فائدہ حاصل کرلیتے ہیں- مگر جو لوگ کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتے ان کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا ؎۳ کہ تم بھی اس سے انکار نہیں کرسکتے تم پر تو بہت بڑھ کر فضل کیا گیا ہے کہ تمام دنیا کے پھل تمہارے پاس کھنچے چلے آتے ہیں- لیکن پھر تم ہر روز دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے- اور سنتے ہوئے نہیں سنتے- اس قسم کی مخلوق بڑی قابل رحم ہوتی ہے- اور یہ بڑے دُکھ میں پڑی ہوئی ہوتی ہے-

تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَ اَنْفُسُهُمْ میں خدا تعالیٰ نے ایک بہت ہی لطیف ترتیب رکھی ہے انعام پہلے رکھا ہے اور انفس کو پیچھے کہ کھیتوں سے ان کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور یہ خود بھی کھاتے ہیں- حالانکہ انسان پہلے ہونا چاہیئے تھا کیونکہ سب چیزیں انسان کیلئے ہی بنائی گئی ہیں- دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو پہلے رکھا ہے اور چوپاؤں کو پیچھے فرمایا ہے- فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ- اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا- ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا- فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا- وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا- وَّ زَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًا- وَّ حَدَآئِقَ غُلْبًا- وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ؎۴ - اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں قرآن شریف نے ایک قاعدہ کلّیہ بیان کردیا ہے کہ دنیا کی ہر ایک چیز انسان کیلئے ہے اور اسی کے فائدے کیلئے بنائی گئی ہے اور واقعہ میں چونکہ انسان خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے اس لئے ہر ایک چیز اسی کیلئے پیدا کی گئی ہے- تو یہاں انعام سے پہلے انسان چاہیئے تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے پہلے ہی رکھا لیکن کھیتی میں سے چوپائے انسان سے پہلے کھاتے ہیں اور انسان تو کھیتی پک جاتی ہے تب اس میں سے کھاتا

ہے اس لئے انسان کو اس جگہ پیچھے رکھا۔

اللہ تعالیٰ یہ کھیتوں کے نظارے اور گزری ہوئی قوموں کی باتوں کی نسبت فرماتا ہے کہ ان میں بڑے نشانات ہیں۔ یہ دو آیتیں جو مَیں نے پڑھی ہیں ان میں خداتعالیٰ نے ایک نہایت لطیف مضمون بیان فرمایا ہے۔ انسانوں کے تنزل کے دو ہی سبب ہوا کرتے ہیں۔ ایک استغناء کہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کی نسبت فرمایا۔ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ۔ تم کو کیوں پرواہ نہیں ہے۔ تم سے کئی پہلی قوموں نے اسی طرح کہا تھا۔ اس لئے وہ تباہ و برباد ہوگئیں۔ تم ان کے تباہ ہونے سے نصیحت حاصل کرو۔ دوسرا سبب ناامیدی ہوتا ہے۔ ایسے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم کیا کریں ہم سے تو کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ ان کی نسبت فرمایا۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَ اَنْفُسُهُمْ کیا تم دیکھتے نہیں کہ کیسی بنجر زمین ہوتی ہے۔ اس میں جب ہم پانی ڈالتے ہیں تو کھیتی پیدا ہوجاتی ہے۔ ہم جب خشک زمین سے سرسبز کھیتی پیدا کرسکتے ہیں تو کیا ہم تمہارے دلوں میں کچھ نہیں اُگاسکتے، ضرور اُگاسکتے ہیں۔ تو یہاں خداتعالیٰ نے ان دو تنزّلوں کے سببوں کو توڑدیا ہے۔

تم لوگوں نے بھی دونوں نظارے دیکھے ہیں۔ ایک تو ان نظاروں کو قرآن شریف میں پڑھا ہے پھر یہی نظارے تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں کیونکہ تمہارے زمانہ میں ایک خداتعالیٰ کا مأمور آیا۔ جس کا جن لوگوں نے انکار کیا، خدا نے تمہارے سامنے ان کو ذلیل کردیا۔ قادیان آتے ہوئے راستہ میں بٹالہ ہے۔ وہاں محمد حسین ہی کو دیکھ لو۔ سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اسی نے کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ اُس وقت اس کی بہت عزت ہوتی تھی۔ مگر آج اس کو دیکھو کہ کس حالت میں ہے۔ پھر بہت سی بستیاں مسیح موعودؑ کے انکار کی وجہ سے تباہ ہوچکی ہیں۔ تو تم نے یہ نظارے سنے اور پڑھے ہی نہیں بلکہ آنکھوں سے دیکھے بھی ہیں۔ پھر ایک انسان کو تمہارے دیکھتے دیکھتے خداتعالیٰ نے کامیاب کرکے دکھادیا۔ اور لاکھوں انسانوں کی جماعت پیدا کردی۔ تم نے نہ پہلی تباہ شدہ قوموں کا حال پڑھا ہے بلکہ اس زمانہ میں دیکھ لیا ہے اور تمہارے سامنے کھیتیوں میں پانی برسنے اور ان کے اُگنے کے ہی نظائر نہیں ہیں بلکہ تم نے ایک ایسا کامل انسان دیکھ لیا ہے جس پر خدا نے اپنے فضل کا مینہ برسایا اور

اس کو سرسبز کر کے دکھادیا۔ تو دنیا عذر کر سکتی ہے تو کرے مگر تم خوب یاد رکھو کہ تم کوئی عُذر نہیں کر سکتے۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے کسی پر خدا کا عذاب نازل ہوتا نہیں دیکھا۔ اور تم نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ خداتعالیٰ کے نافرمان قوموں کا کیا حال ہوتا ہے اور ان کو کیا سزا ملتی ہے اور تم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں کھیتیوں کے نظاروں سے نصیحت حاصل کرنا نہیں آتا کیونکہ تم نے ان نظاروں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ پس تمہارے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔ تم اگر اپنی اصلاح نہ کرو گے تو سب سے بڑے مجرم ہوگے۔ اس لئے تم اپنے اندر تغیر پیدا کرلو' تبدیلی پیدا کرلو تمہارے لئے ہر ایک حجت پوری ہوچکی ہے۔ تم نصیحت حاصل کرو اور خدا کے فضل اور انعاموں سے استغناء مت کرو۔ خداتعالیٰ بڑی طاقت رکھنے والا ہے لیکن اس کے فضل سے نا امید بھی نہ ہونا۔ دیکھو خداتعالیٰ کا فضل جب آتا ہے تو مٹی کو جس پر انسان بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتا' سرسبز کردیتا ہے اور پھر لوگ اسی کے سیر کیلئے جاتے ہیں۔ تو گو اللہ تعالیٰ کے عذاب بڑے سخت ہوتے ہیں مگر فضل بھی بڑے بڑے کرتا ہے۔ اگر خداتعالیٰ کا قہر بڑا ہے تو رحم بھی بڑا ہے۔ سو تم خداتعالیٰ کے قہر سے ڈر کر اس کے رحم کے طالب ہوجاؤ اور غضب سے ڈر کر فضل کے جاذب بن جاؤ۔ خداتعالیٰ بڑا رحیم و کریم ہے ہم نے کب اس کے حضور عرض کیا تھا کہ ہم میں مسیح موعود بھیجو اس نے خود ہی اپنے فضل سے ہم پر یہ احسان کیا۔ پس اس وقت اپنے دلوں کے دروازے کھول دو اور فائدہ اٹھالو۔ اپنے کھیتوں کے گرد آڑیں بنالو تاکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی بارش کا پانی اس میں پڑے اور پڑ کر نکل نہ جائے۔ اب اس شان کا احسان جیسا کہ تم نے دیکھا ہے دنیا میں نہیں آئے گا۔ بہت لوگ ایسے تھے جو کہتے تھے کہ اگر ہم آنحضرتؐ کے زمانہ میں ہوتے تو ایسا کرتے۔ ان لوگوں کی اصلیت ظاہر کرنے کیلئے خداتعالیٰ نے اپنے ایک برگزیدہ کو بھیج دیا کہ اب ہی کچھ کرکے دکھادو لیکن انہوں نے جو کچھ کیا وہ معلوم ہی ہے۔ تو پھر کبھی یہ دن نہیں آئیں گے۔ تم ان سے فائدہ اٹھالو۔ خداتعالیٰ تم پر رحم کرے۔

(الفضل ۲۶۔ نومبر ۱۹۱۴ء)

۱؎ السَّجدة:۲۷'۲۸　　۲؎ اٰل عمران:۳۸'۳۹　　۳؎ القصص:۵۸

۴؎ عبس:۲۵تا۳۳